''بابائے اُردُو مولوی عبدالحق کی تدوینی خدمات''

شازیہ عنبرین

Abstract

This paper points out the achievements of textual criticism of Baba-e-Urdu. Baba-e-Urdu Maulvi Abdul Haq was the first to set the trend of "textual criticism" in the research arena of Urdu Language and literature. He published ancient poetical and prose texts with "Muqadama", critical apparatus, references and Farhang. The importance of his edited texts does not only depend on the sequence of texts, but also lay in the process of their discovery which, in turn, has enriched the history of Urdu language and literature.

مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء-۱۹۶۱ء) اُردو کے صفِ اوّل کے ادیب، نقاد☆ ماہر دکنیات☆ محقق☆ لغت نویس و ماہر صرف ونحو☆، تبصرہ نگار☆ خاکہ نگار☆ مقدمہ نگار☆ مکتوب نگار☆ مترجم☆ اعلیٰ پائے کے خطیب☆ اور ادبی صحافی ☆ (۱) کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کی ترویج و ترقی کی تحریک کے زبردست علم بردار تھے۔ ان کی ساری زندگی اردو اور انجمن ترقی اردو کی خدمت میں گزری۔ انھوں نے نفاذ اُردو، فروغ اردو اور اُردو زبان وادب کے ارتقا میں جو عملی کام کیے وہ تاریخ زبان وادب کا روشن باب ہیں۔

مولوی عبدالحق اپنی ذات میں ایک تحریک، ایک ادارہ تھے جس نے ایک عالم کو مستفید اور متاثر کیا۔ ایسے لوگ ہماری ادبی تاریخ میں کم گزرے ہیں جنھوں نے اتنی یکسوئی، دُھن اور لگن سے اردو زبان وادب کی خدمت کی ہو اور اپنی عمر (۲) کی آخری منزل میں پہنچ کر بھی اتنے مستعد، جوشیلے اور انقلابی رہے ہوں جتنے کہ مولوی عبدالحق رہے ہیں۔ وہ نہ صرف اردو زبان کے شیدائی تھے بلکہ ایک عظیم محقق بھی تھے۔ اردو کے کلاسیکی ادب کی کئی اہم کتابوں کا تعارف پہلی بار بابائے اردو کے قلم سے ہوا۔ ان کا یہ عظیم ادبی کارنامہ ہے کہ انھوں نے دکنی ادب کی تصنیفات دریافت کیں اور دکنی ادب کے ایسے بہت سے نثر نگاروں اور شاعروں کو اردو والوں سے روشناس کرایا جن کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں تھا اور جن کی تصنیفات اردو کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ محمد حسین آزاد نے آبِ حیات (۳) میں ولؔی کو اردو کا پہلا شاعر بتا کر شاعری کا ''باوا آدم'' قرار دے دیا تھا۔ مولوی عبدالحق نے اپنے بے پایاں شوق وتجسس کے سہارے قدیم مخطوطات کی تلاش کر کے اردو ادب کی تاریخ ہی بدل ڈالی اور ولؔی دکنی کی بجائے اردو شاعری میں

اوّلیت کا سہرا ''قلی قطب شاہ'' کے سر باندھ دیا۔(۴)

دکن میں ولؔی (متوفی: ۱۱۱۹ھ) سے دوسو سال پہلے اردو زبان تحریر میں آ چکی تھی۔ تمام اصنافِ سخن مثنوی، غزل، قطعہ، رُباعی وغیرہ کا ذخیرہ فراہم ہو کر کلیات مرتب ہو چکے تھے۔ نثری داستانیں اور تمثیلیں لکھی جا چکی تھیں۔ غرض دکنی ادب کے شاہکار موجود تھے مگر ان کو دنیائے اردو سے واقف کرانے والا کوئی نہیں تھا۔ مولوی عبدالحق دکنیات کے پہلے معمار ہیں جنھوں نے دکنی ادب پر کام کر کے اردو ادب کی تاریخ جو کہ اٹھارویں صدی سے شروع ہوتی تھی اس میں کئی صدیوں کا اضافہ کر دیا۔ نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> ''مولانا نے دکھنیات کے متعلق بہت کام کیا ہے اپنی کتابوں اور مضامین سے دکھنیات کے میدان میں قابل قدر اور لائق ستائش اضافہ کیا۔''(۵)

۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء کے سہ ماہی ''اردو'' کے مختلف شماروں میں دکنیات پر مولوی عبدالحق نے کئی اہم مضامین لکھے۔ ''نصرتی'' پر ایک مستقل کتاب لکھی اس کے علاوہ ''ملا وجہی'' کی ''سب رس'' اور ''قطب مشتری''۔ نصرتؔی کی ''گلشن عشق'' اور ''علی نامہ'' وغیرہ مرتب کر کے شائع کیں۔ بقول ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ:

> ''اُردو کا قدیم دور ان ہی (مولوی عبدالحق) کی تحقیقات کی بدولت زندہ ہے۔''(۶)

تدوینِ متن تحقیق کی ایک نہایت اہم شاخ ہے۔ قدیم متون میں دوسروں کی تحریریں اور ان کے اجزا الحاق کر جاتے ہیں۔ مصنف کی بعض غیر مطبوعہ تحریریں شامل ہونے سے رہ جاتی ہیں۔ مصنف کی واقعی نگارشات میں بھی بعض اوقات تحریف ہو جاتی ہے، پھر یہ بھی ہے کہ مخطوطہ شناسی اپنی جگہ ایک عملی میدان ہے ان کے علاوہ مخطوطات کو صحیح پڑھنا بھی مہارت کا درجہ رکھتا ہے۔ بعض اوقات ایک ہی متن کے مختلف نسخوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ محقق کا کام ہے کہ ایک قابل اعتبار متن تیار کرے۔ اس راہ میں محقق کو ڈھیروں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ صحیح ماخذ دستیاب نہیں ہوتے پھر بھی جو کچھ دستیاب ہے اس کی بنا پر نظرِ تحقیق سے کام لینا محقق کی ذمہ داری ہے۔ مثالی ترتیب میں مرتب کو ایک سیر حاصل مقدمہ لکھنا چاہیے اور اس کے بعد صحیح متن کی بازتعمیر کرنی چاہیے اختلافاتِ نسخ درج کر کے حواشی دینے چاہئیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین کے نزدیک:

> ''اختلافاتِ نسخ محض محنت کا کام ہے لیکن مقدمہ اور حواشی مرتب کے مبلغ علم کی غمازی کرتے ہیں۔''(۷)

مولوی عبدالحق نے پورے خلوص اور دیانت داری، محنت اور جانفشانی کے ساتھ قدیم شعری اور نثری متون کو دریافت کر کے مقدمہ۔ اختلافات نسخ اور حواشی کے ساتھ شائع کیا اور اردو تحقیق میں تدوین متن کی باضابطہ روایت کا آغاز کیا۔ مولوی عبدالحق کے مرتب و مدون کیے ہوئے متون کو درج ذیل حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) تذکرے (۲) شعری متون (۳) نثری متون

مولوی عبدالحق نے جو تذکرے مرتب کیے وہ شعرائے اردو کے ابتدائی تذکروں میں سے ہیں۔ یہ تذکرے شعر وسخن کے ادواری محرکات کی لسانی و ادبیاتی تفہیم اور شعری وشعوری رویوں کی شناخت میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ مولوی عبدالحق نے نہ صرف یہ کہ ان اوراقِ پارینہ کونئی زندگی دی بلکہ ان کا اوران کے مصنفین کے تعارف بھی بصورت مقدمہ یا دیباچہ تحریر کیے۔ تحقیق وتنقید کا ایک مرحلہ کسی متن یا تصنیف کا تنقیدی وتحقیقی زاویہ نگاہ سے تعارف بھی ہے۔ ڈاکٹر تنویر علوی لکھتے ہیں:

> ''مولانا نے جو مقدمے لکھے ہیں وہ ان کی طرف سے انجام دیئے جانے والے کار تدوین کے ذیل میں جسے ''متنی تنقید'' کہنا چاہیئے کلیدی اہمیت رکھتے ہیں ان مقدموں سے مولانا کے تحقیقی مطالعہ، تنقیدی زاویہ نگاہ اور تدوینی طریق کار کی معیارشناسی میں بڑی مدد ملتی ہے۔''(۸)

''مآثر الکرام'' مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶ھ/۱۲۰۰ء) کی تالیف ہے۔ اس میں عموماً ہندوستان اور خصوصاً فقراء وعلمائے بلگرام کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ''مآثر الکرام'' کو مولوی عبدالحق نے ۱۹۱۰ء میں مرتب کر کے شائع کیا۔ مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ''مولانا غلام علی آزاد کی تصانیف میں سے زیادہ تر فن تاریخ کی اس شاخ کے متعلق ہیں جسے فن اسماء الرجال کہتے ہیں اور آزاد نے اس بات پر فخر ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان میں پہلے وہی ہیں جنھوں نے اس فن پر قلم اُٹھایا۔''(۹)

''چمنستان شعراء'' (اردو شعراء کا تذکرہ) لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی (۱۱۵۸ھ/۴۵-۱۷ء) کا تذکرہ ہے، جو بابائے اردو نے مرتب کر کے مقدمے کے ساتھ ۱۹۲۸ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے شائع کرایا۔

''مخزن نکات''، شیخ محمد قیام الدین قائم چاندپوری (متوفی: ۱۲۰۸ھ/۹۳-۱۷ء) کا یہ تذکرہ مولوی عبدالحق نے ۱۹۲۹ء

میں پہلی بار انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کیا۔ اس میں قائم سمیت ۱۲۰ شعراء کا تذکرہ ہے۔ قائم نے اس تذکرے کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ شعرائے متقدمین، سخنوران متوسطین، شعرائے متاخرین۔ قائم نے اپنے تذکرے کے ساتھ اپنے کلام کا انتخاب بھی دیا ہے جو بہت کم ہے۔ اس میں صرف ''الف'' کے چند شعر ہیں اس لیے مولوی عبدالحق نے قائم کے کلام کا ایک جامع انتخاب بھی اس مقدمے میں شامل کر دیا اور قائم کی شاعری سے متعلق دیگر تذکرہ نگاروں کی رائے نقل کرتے ہوئے شاعر کی حیثیت سے بھی قائم کے مطالعے کے سلسلے میں اپنے مقدمہ کے ذریعے وافر معلومات فراہم کر دی ہیں۔

''تذکرہ ریختہ گویاں''، سیّد فتح علی حسینی گردیزی (متوفی: ۱۲۲۴ھ) کی تالیف ہے۔ انھوں نے اس کی تالیف کا آغاز ۱۱۵۶ھ میں کیا تھا جب کہ اس کا تکملہ ۱۱۶۶ھ کو ہوا۔ اس تذکرے کو مولوی عبدالحق نے پہلی بار تین مختلف قلمی نسخوں کی مدد سے مرتب کر کے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے ۱۹۳۳ء میں شائع کیا۔

قاضی نورالدین حسین خان فائق (متوفی: ۱۲۸۶ھ) کا تذکرہ ''مخزن الشعراء'' ۱۳۶۸ھ میں مکمل ہوا۔ مولوی عبدالحق نے اس تذکرے کو ۱۹۳۳ء میں مقدمے کے ساتھ شائع کیا۔ یہ تذکرہ گجرات کے ۱۱۲ (ایک سو بارہ) شعراء کے احوال وکلام پر مشتمل ہے۔

مولوی عبدالحق کے مرتب کیے ہوئے تذکروں میں میر تقی میؔر (۱۱۳۵ھ-۱۲۲۵ھ) کے تذکرے ''نکات الشعراء'' کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ میر تقی میؔر نے اس تذکرے کو لکھنے کا آغاز ۱۱۶۱ھ میں ہی کر دیا تھا۔ یہ تذکرہ ۱۱۶۵ھ میں مکمل ہوا۔ مولوی عبدالحق نے ''نکات الشعراء'' مقدمہ اور حواشی کے ساتھ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے ۱۹۳۵ء میں شائع کیا۔ انھوں نے ''انتخاب کلام میؔر'' (۱۹۲۱ء) اور ذکر میؔر (۱۹۲۸ء) شائع کرنے کے بعد ''نکات الشعراء'' کی تدوین کے ذریعے مطالعہ میؔر کی اہم کڑی مکمل کر دی۔ اس تذکرے کے مقدمے میں انھوں نے اس کی اہمیت پر نئے انداز سے غور کیا۔ شامل تذکرہ شعراء پر میؔر کے انداز نقد کے سلسلے میں مولوی عبدالحق نے صرف اتنا لکھا کہ اس میں عموماً اور اکثر شعراء کے کلام پر منصفانہ اور بے باکانہ تنقید پائی جاتی ہے۔ ''نکات الشعراء'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ''میر صاحب کی شہرت اُن کے شعر وسخن بلکہ غزل کی وجہ سے ہے لیکن ان کی نثر کی یہ دو کتابیں یعنی نکات الشعراء'' اور ''ذکر میر'' بھی اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔۔۔۔

''نکات الشعراء'' شروع سے آخر تک دلی میں لکھا گیا ہے اور سوائے دکن کے چند شعراء کے باقی سب کے سب دلی کے شاعر ہیں اور ان میں اکثر شعراء ایسے ہیں جن سے میر صاحب بذاتِ خود واقف تھے۔ یہ میر صاحب کی ابتدائی تصنیف اور عالم جوانی کی مشق ہے۔''(۱۰)

مولوی عبدالحق نے یہ تذکرہ ایک مستند قلمی نسخے کی مدد سے طبع کیا:

''جیسا کہ کتاب کے ترقیمے سے معلوم ہوگا یہ سید عبدالولی عزلت کے لیے لکھا گیا تھا۔۔۔۔ میر صاحب نے اپنے تذکرے میں سید صاحب کی بیاض سے استفادہ بھی کیا ہے۔ تذکرے کی کتابت ۱۱۷۲ھ کی ہے۔ یعنی تصنیف سے سات سال بعد لکھا گیا ہے۔ خط بھی صاف اور شیریں ہے۔''(۱۱)

''گل عجائب'' اسد علی خان تمنّا اورنگ آبادی (متوفی: ۱۲۰۴ھ) کی تالیف ہے۔ یہ تذکرہ ۱۱۹۲ھ تا ۱۱۹۴ھ کے درمیانی عرصے میں لکھا گیا جسے بابائے اردو نے ۱۹۳۶ء میں مرتب کیا۔ انھوں نے اس تذکرے کو کتب خانہ آصفیہ کے قلمی نسخے کی مدد سے مرتب کیا۔ مقدمے میں لکھتے ہیں:

''یہ نسخہ اکثر جگہ سے بوسیدہ، مسخ اور مجرد ہے اور اس کے بعض حصّوں کی کتابت میں اکثر املا کی غلطیاں موجود ہیں اور غلط نویسی کی وجہ سے اشعار وزن و بحر سے خارج ہو گئے ہیں جنھیں دوسرے تذکروں اور دیوانوں سے یا سیاق و سباق کے حوالے سے درست کیا گیا ہے۔''(۱۲)

اس تذکرے میں اکیاون شاعروں کا ذکر ہوا ہے۔ جن میں سے چند شمالی ہند سے تعلق رکھتے ہیں اور باقی زیادہ تر مولف کے ہم عصر اور ہم وطن ہیں ایسے شاعروں کے بارے میں مولف کی معلومات زیادہ ہیں اور ان کے حالات لکھتے وقت تاریخ و سنین وغیرہ بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر حنیف فوق لکھتے ہیں:

''سیرت، شخصیت اور کلام کے بارے میں تنقیدی مواد کی کمی کے باوجود ''گل عجائب'' کے تاریخی و سوانحی پہلو کی اہمیت اسے ممتاز تذکروں کی فہرست میں شامل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔''(۱۳)

اس تذکرے کے ذریعے دکنی شاعروں کے حالات زندگی کے بہت سے گوشے ہمارے سامنے آتے ہیں اور ایسے

واقعات وحقائق تک ہماری رسائی ہوتی ہے جن سے تاریخ ادب کی ترتیب میں کافی مدد ملتی ہے۔ شہاب الدین ثاقب کے نزدیک:

> ''بابائے اُردو نے ''گل عجائب'' کی تدوین کے ذریعے اردو تذکرہ نگاری کی روایت کو ایک نئے باب سے روشناس کرایا اور اردو ادب کی تاریخ میں اُن گم شدہ پہلوؤں کی نشان دہی کرائی جن کا نقطۂ آغاز دکن کی سرزمین سے ہوا۔''(۱۴)

''غلام ہمدانی مصحفیؔ'' (متوفی: ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۲ء) کے تین تذکرے ''عقد ثریا'' (۱۹۳۴ء) تذکرہ ہندی (۱۹۳۳ء) اور ''ریاض الفصحا'' (۱۹۳۴ء) مولوی عبدالحق نے مرتب کیے۔ ''عقد ثریا'' فارسی گوشعراء کا تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ (۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) میں لکھا گیا۔ یہ تذکرہ ۱۵ا شاعروں پر مشتمل ہے۔ ''تذکرہ ہندی'' اردو شعراء سے متعلق ہے۔ یہ تذکرہ (۱۲۰۹ھ/۱۸۹۴ء) میں مکمل ہوا۔ اس میں ایک سو اٹھاسی شعراء اور پانچ شاعرات کا ذکر ہے۔ ''ریاض الفصحا'' بھی اردو شعراء سے متعلق ہے۔ یہ مصحفیؔ کا تیسرا اور آخری تذکرہ ہے جو (۱۲۲۱ھ/ ۱۲۳۶ھ) کے درمیان مکمل ہوا۔ ''ریاض الفصحا''، ''عقد ثریا'' اور ''تذکرہ ہندی'' کے تکملے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں مصحفیؔ نے ان لوگوں کو متعارف کرایا ہے جن میں ایک بڑی تعداد ان شعراء کی ہے جو ان کے سلسلہ تلمذ میں منسلک یا ان کے احباب ومعاصرین کے شاگرد تھے۔

مولوی عبدالحق کے مرتبہ ومدونہ شعری متون کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) مثنوی (۲) دواوین (۳) انتخاب کلام

خواجہ سید محمد میر اثرؔ (پ: ۱۱۴۸ھ) (۱۵) کی مثنوی ''خواب وخیال'' کو مولوی عبدالحق نے ۱۹۲۶ء میں مرتب کیا۔ انھوں نے مثنوی کو دو مخطوطات فراہم کر کے شائع کیا۔ مثنوی کے شائع ہونے کے بعد اہل اردو کو اثرؔ کے ادبی مرتبے کا احساس ہوا۔ مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ''اس کا ایک نسخہ میرے برادر معظم شیخ ضیاء الحق صاحب نے مجھے بھیجا جو انھیں کہیں سے مل گیا تھا میں اس کی اصلاح وترتیب میں مصروف تھا کہ مولوی نجیب اشرف صاحب ندوی نے اطلاع دی کہ انھیں ایک نسخہ انجمن اصلاح ڈیسنہ (بہار) کے کتب خانے سے دستیاب ہوا ہے اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ میں

انجمن کی طرف سے اسے شائع کرنے والا ہوں تو وہ نسخہ میرے پاس بھیج دیا
جس سے مجھے اس نسخے کی تصحیح میں بہت مدد ملی۔''(۱۶)

مولوی عبدالحق نے اس مثنوی کی تدوین میں قدیم رسم الخط کی پابندی کی ہے مثلاً ''نے'' کو ''نہیں''۔ ''مٹاوے'' کو ''میٹاوے'' لکھا۔ اختلافاتِ نسخ کی نشان دہی حاشیہ میں کر دی ہے لیکن بنیادی نسخہ کون سا ہے اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔

مثنویوں میں سب سے اہم مثنوی مُلا وجہی (متوفی: ۱۶۶۰ء) (۱۷) کی ''قطب مشتری'' ہے، جسے مولوی عبدالحق نے پہلی بار ۱۹۳۹ء میں مرتب کر کے اپنے زمانے کے لحاظ سے فن تدوین کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ ''قطب مشتری'' میں گولکنڈہ کے سلطان محمد قلی قطب شاہ اور بھاگ متی کی داستان معاشقہ بیان کی گئی ہے۔ مولوی عبدالحق نے یہ مثنوی دو نسخوں کی مدد سے مرتب کی۔ مقدمے میں لکھتے ہیں:

''یہ مثنوی میں نے دو نسخوں کی مدد سے مرتب کی۔ ایک قلمی نسخہ میرے پاس ہے جو بہت پرانا معلوم ہوتا ہے لیکن ناقص اور نامکمل ہے۔ اوّل و آخر اور بیچ میں سے ورق غائب ہیں۔ دوسرا نسخہ برٹش میوزیم لندن کا ہے جس کا عکس منگا لیا گیا تھا۔''(۱۸)

اپنے نسخے کے رسم الخط اور لسانی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا رسم الخط عجیب قسم کا ہے خط نسخ ہے لیکن الفاظ میں اکثر حروف علت کا کام اعراب سے لیا گیا ہے خصوصاً ان حروف علت کے لیے جو لفظ کے آخر میں آتے ہیں مثلاً اس مصرعہ کو ''جو بے ربط بولے تو بیتاں پچیس'' یوں لکھا ہے ''جو ب ربط بول تو بیتان پچیس'' میں نے اس رسم الخط کا عکسی نمونہ بھی کتاب میں دے دیا ہے۔''(۱۹)

ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق نے اس مثنوی کی تدوین میں کتنی محنت کی ہے اور آخر میں مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی ہے۔

''نصرتی'' (متوفی: ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء) کی دو مثنویاں ''گلشن عشق'' اور ''علی نامہ'' مولوی عبدالحق نے مرتب کر کے شائع کیں۔ ''گلشن عشق'' معہ مقدمہ و فرہنگ ۱۹۵۲ء میں مرتب کی۔ مولوی عبدالحق نے اس مثنوی کو کن کن

نسخوں کی مدد سے مرتب کیا۔اس سلسلے میں کوئی وضاحت نہیں ملتی۔صرف اتنا لکھا ہے کہ:

''میرے پاس ایک کتاب کے کئی نسخے ہیں ان میں سب سے قدیم ۱۰۹۳ھ کا ہے یعنی تصنیف سے ۲۵ سال بعد کا۔''(۲۰)

بابائے اردو نے غالباً اسی نسخے کو بنیاد بنایا لیکن مطبوعہ متن سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرے قلمی نسخوں سے بھی انھوں نے استفادہ کیا ہے کیونکہ جابجا حاشیہ میں ''ن'' کا نشان بنا کر اختلاف نسخ ظاہر کیا ہے۔متن کے آخر میں بابائے اردو نے تیس صفحے کی فرہنگ الفاظ بھی شامل کر دی ہے جس کی بدولت اشعار کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہوگئی ہے۔

مولوی عبدالحق نے نصرتی (۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء) کی مثنوی ''علی نامہ'' ب ۱۹۵۲ء میں مرتب کی۔''علی نامہ'' میں علی عادل شاہ ثانی کے کارناموں کا بیان ہے۔مولوی عبدالحق نے نصرتی کے حالات وکلام کی تحقیق کر کے ایک کتاب بعنوان ''نصرتی'' تالیف کی۔جس میں نصرتی کی تصانیف ''گلشن عشق''۔''علی نامہ''۔''تاریخ سکندری'' کو روشناس کراتے ہوئے ان سب پر مفصل تبصرہ کیا ہے۔''علی نامہ'' کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نصرتی کا کمال یہ ہے کہ اس نے تاریخی واقعات کو صحیح ترتیب، بڑی احتیاط اور صحت کے ساتھ بیان کیا ہے حسنِ بیان اور زورِ کلام کے عام اسلوب ہوتے ہوئے کہیں تاریخی صحت سے تجاوز نہیں کیا۔تاریخ سے واقعات کو ملا لیجئے کہیں فرق نہ پایئے گا۔''(۲۱)

غضنفر حسین کی مثنوی ''جنگ نامہ عالم علی خان وآصف جاہ'' مولوی عبدالحق نے تین نسخوں کی مدد سے مرتب کی۔

''ایک نسخہ میرا ذاتی ہے اسے ''الف'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔دوسرا نسخہ مجھے مولوی عبدالحمید صاحب وکیل کنٹر نے عنایت فرمایا جو (ب) سے موسوم ہے اور تیسرا وہ نسخہ ہے جو مسٹر ولیم آرون (William Irvine) نے مہاراجا بنارس کے کتب خانے سے حاصل کیا اور رسالہ ''انڈین اینٹی کیوری'' (Indian Antiquary of India) بابت ماہ جنوری و مارچ سنہ ۱۹۰۴ء میں معہ انگریزی ترجمے کے شائع کیا۔یہ نسخہ (ج) ہے۔''(۲۲)

مولوی عبدالحق نے ''جنگ نامہ عالم علی خان وآصف جاہ'' کی تدوین میں قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا ہے اور قیاس سے جو لفظ بڑھائے ہیں انھیں قوسین میں لکھ دیا ہے، دوسرے نسخوں سے مقابلہ کر کے اختلاف نسخ کو بھی ظاہر کر دیا ہے،

اس ''جنگ نامہ'' میں سید عالم علی خان اور نظام الملک کے درمیان ہونے والی جنگ اور عالم علی خان کی شہادت کا احوال پیش کیا گیا ہے۔ یہ نظم تاریخی حیثیت سے خاص اہمیت رکھتی ہے۔اس میں مولوی عبدالحق کے بقول جونام اور سنین آئے ہیں وہ تاریخ کے لحاظ سے بالکل صحیح ہیں۔

مولوی عبدالحق نے شاعری کے دو دیوان بھی مرتب کیے پہلا دیوان خواجہ محمد میر آثر (۱۱۴۸ھ) کا ہے جو ۱۹۳۰ء میں مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے طبع کرایا۔مولوی عبدالحق نے یہ دیوان دو قلمی نسخوں کی مدد سے مرتب کیا۔ ایک نسخہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے کتب خانے اور دوسرا کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کا تھا۔ بابائے اردو نے نسخہ جامعہ کو فضیلت دیتے ہوئے نسخہ آصفیہ اور مختلف تذکروں اور دیگر ذرائع سے آثر کا جو کلام جمع کیا تھا ان سب کی مدد سے ''دیوان آثر'' مرتب کیا۔ یہ دیوان ''ردیف وار'' ہے اور بابائے اردو کے ۸ صفحے کے دیباچے کی شمولیت کے ساتھ اٹھہتر (۷۸)صفحات پر مشتمل ہے۔ بنیادی متن کے علاوہ اشعار میں جو الفاظ کا اختلاف ہے انھوں نے حسب موقع صفحات کے کنارے اس کی بھی نشاندہی کردی ہے۔

دوسرا دیوان میر عبدالحئی تاباں دہلوی (متوفی:۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء) کا ہے جو مولوی عبدالحق نے ۱۹۳۵ء میں مرتب کر کے شائع کیا۔اس کی تدوین مولوی عبدالحق نے تین نسخوں کی مدد سے کی ہے۔

> ''ایک نسخہ جو سب سے ضخیم اور مکمل ہے وہ محترم پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی کا عطیہ ہے دوسرا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی کا تیسرا انجمن کا۔''(۲۳)

ان تینوں نسخوں کی مدد سے بابائے اردو نے تاباں کی شاعری کا صحیح متن پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولوی عبدالحق نے داغ دہلوی (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء تا ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء) اور میر تقی میر (۱۱۳۵ھ- ۱۲۲۵ھ) کے کلام کی تدوین بھی کی۔ ''انتخاب داغ'' ۱۹۴۶ء میں مرتب کیا۔ ''انتخاب داغ'' کے مقدمے میں مولوی عبدالحق نے نواب مرزا خان داغ دہلوی کے حالات زندگی اور شاعری کی خصوصیات پر اجمالی بحث کی ہے۔

''انتخاب کلام میر'' میں مولوی عبدالحق نے میر کی غزلیات - فردیات - رُباعیات -مستزاد-مخمسات- مثنویات کے عنوانات کے تحت میر کے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے۔ انتخاب کلام سے پہلے اُنسٹھ (۵۹) صفحات کا مقدمہ ہے، جس میں میر کی زندگی کے بارے میں تحقیقی بحث کے ساتھ ساتھ ان کے کلام کی وسعت اور ہمہ گیری پر جچے تلے انداز میں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جن سے میر کے کلام کی بنیادی خصوصیات واضح ہو جاتی ہیں۔

''جس طرح بعض اوقات سمندر کی سطح دیکھنے میں معمولی اور بے شور وشر نظر آتی ہے لیکن اس کے نیچے ہزاروں لہریں موجزن ہوتی ہیں اور ایک کھلبلی مچائے رکھتی ہیں اسی طرح اگرچہ میؔر صاحب کے اشعار کے الفاظ ملائم، دھیمے، سلیس اور سادہ ہوتے ہیں لیکن ان کی تہہ میں غضب کا جوش یا درد چھپا رہتا ہے۔''
(۲۴)

مولوی عبدالحق نے اس مقدمے میں میؔر کی شاعری کے مختلف پہلوؤں اور جہتوں کو اس طرح پیش کیا ہے کہ یہ کہنا کسی صورت بے جا نہ ہوگا کہ جس چیز کو میر شناسی کی روایت کہا جاتا ہے اس روایت کا نقش اسی مقدمے سے بنا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''ان میں میؔر کی زندگی اور شاعری کے بارے میں جو بصیرت افروز باتیں ہیں ان پر آج تک کسی نے کوئی اضافہ نہیں کیا حالانکہ میؔر پر تحقیق وتنقید کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور بعض لوگوں نے بزعم خود میر صاحب کے بارے میں بڑا کام کیا ہے لیکن بابائے اردو نے اپنے مقدمات میں میؔر پر جو کچھ لکھا ہے اس کے سامنے ان کی حیثیت کچھ بھی نہیں رہ جاتی۔''(۲۵)

مولوی عبدالحق نے جن قدیم نثری متون کی تدوین کی ان کو ہم درج ذیل حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱- داستان ۲- سوانح ۳- تصوف ۴- لسانیات

داستانوں میں مُلا وجہی (متوفی: ۱۶۶۰ء) کی ''سب رس'' کی ترتیب وتدوین مولوی عبدالحق کا سب سے اہم کارنامہ ہے۔ انھوں نے ۱۹۳۳ء میں مقدمہ اور فرہنگ کے ساتھ ''سب رس'' کو انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے شائع کیا اور مولانا محمد حسین آزاد نے ''آبِ حیات'' میں جو دعویٰ کیا تھا کہ فضلی کی کربل کتھا (۱۱۴۵ھ/ ۳۳-۱۷۳۲ء) اردو نثر کی پہلی کتاب ہے اس کی تردید کی۔ مُلا وجہی نے عبداللہ قلی قطب شاہ کی فرمائش پر یہ مثنوی (۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء) تصنیف کی تھی۔ یہ اردو کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے جس میں حسن وعشق کی کشمکش اور عقل ودل کے معرکے کو قصّے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ''سب رس'' کے ماخذ سے متعلق مولوی عبدالحق کا خیال تھا کہ اس کا حصّہ محمد یحییٰ ابن سبیک فتاحی نیشاپوری کے قصّہ حسن ودل سے ماخوذ ہے۔

''وجہی نے کہیں اس کا ذکر نہیں کیا کہ یہ قصّہ اسے کہاں سے ملا۔ دیباچہ پڑھنے

سے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اسی کی ایجاد ہے اور اسی کے دماغ کی اُپج ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے یہ پُر لطف داستان سب سے پہلے محمد یحییٰ ابن سبیک فتاحی نیشاپوری نے لکھی۔''(۲۶)

میرامن دہلوی کی داستان ''باغ و بہار'' بھی مولوی عبدالحق نے مرتب کی اور اس پر جو مقدمہ لکھا تحقیقی اعتبار سے وہ مولوی عبدالحق کا اہم ترین مقدمہ ہے۔اس میں انھوں نے ''باغ و بہار'' کے ماخذ پر بڑی بصیرت افروز بحث کی اور بحث کے بعد جو نتیجہ نکالا وہ آج بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔میرامن نے ''باغ و بہار'' کے دیباچے میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ''باغ و بہار'' کا قصہ امیر خسرو کی ''چہار درویش'' سے ماخوذ ہے لیکن مولوی عبدالحق نے اس کو غلط ثابت کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ''باغ و بہار'' کا ماخذ ''نوطرزِ مرصع'' ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ یہ فارسی کی کتاب کا ترجمہ نہیں قصّہ وہی ہے مگر اس کا ماخذ بجائے فارسی کے اردو کی کتاب ''نوطرزِ مرصع'' ہے اس کے مولف میر محمد حسین عطا خان متخلص بہ تحسین اٹاوے کے رہنے والے تھے۔ میرامن نے فارسی کتاب اور اس کے ترجمے کا ذکر تو کیا مگر نوطرزِ مرصع کا ذکر صاف اڑا گئے۔''(۲۷)

مولوی عبدالحق نے تینوں کتابوں کے بعض مقامات کا مقابلہ کر کے اپنے اس خیال کو درست ثابت کیا ہے۔اس طرح ''باغ و بہار'' کے ماخذ کے بارے میں جو غلط فہمی عام ہوگئی تھی وہ دور ہوگئی۔اس مقدمے میں وہ زیادہ تر تحقیقی پہلو کی طرف متوجہ رہے، اس لیے اس میں تنقیدی پہلو زیادہ نمایاں نہ ہوسکا۔البتہ بعض لسانی پہلوؤں کی وضاحت انھوں نے ضرور کی۔

میرتقی میرؔ (۱۱۳۵ھ-۱۲۲۵ھ) کی خودنوشت سوانح عمری ''ذکرِ میرؔ'' ان کی حیات اور شخصیت کے مطالعے کے سلسلے میں ایک مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، جسے سب سے پہلے مولوی عبدالحق نے متعارف کرایا۔

''ہماری زبان میں ایک نہیں بیسیوں تذکرے شعراء کے لکھے گئے ہیں اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے مگر کسی تذکرے میں اس کتاب ''ذکرِ میرؔ'' کا نام نہیں۔ آزاد نے بہت تفصیل سے میر صاحب کے کلام اور تصنیفات کی فہرست دی ہے لیکن ''ذکرِ میر'' کا ذکر اس میں بھی نہیں۔سوائے ڈاکٹر سپرنگر کے کہ اس نے

اپنی فہرست میں ذکر کیا ہے اور کہیں اس کا پتہ نہیں۔‘‘(۲۸)

’’ذکرِ میر‘‘ فارسی میں ہے۔ مولوی عبدالحق نے اس کا اردو میں خلاصہ تیار کر کے سہ ماہی ’’اردو‘‘ اپریل ۱۹۲۶ء میں شائع کرایا اور مطالعہ میرؔ کے سلسلے میں اس کتاب کی اہمیت کو واضح کیا۔ اس کا فارسی متن مولوی عبدالحق نے ۱۹۲۸ء میں انجمن ترقی اردو سے ٹائپ میں شائع کرایا۔ اس کا اصل متن (۱۵۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ بیس صفحات کا اس میں بابائے اردو کا مقدمہ بھی شامل ہے۔ مقدمے میں مولوی عبدالحق نے میرؔ کے تاریخی شعور پر خاص طور پر بحث کی ہے اور انھیں ایک اعلیٰ درجے کا مورخ ثابت کیا ہے۔

’’معراج العاشقین‘‘ مولوی عبدالحق نے معہ مقدمہ و فرہنگ حیدرآباد دکن سے مرتب کر کے ۱۹۲۴ء میں شائع کرائی اور بتایا کہ یہ سیّد محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز کی تصنیف ہے جو دکنی اردو کا قدیم نمونہ ہے۔ مقدمے میں انھوں نے یہ بھی لکھا:

> ’’لوگ اپنی تصانیف کو بعض مشاہیر اور نامور بزرگانِ دین سے منسوب کر دیتے ہیں اس بنا پر مجھے ہمیشہ یہ شبہ رہا کہ جو رسالے میرے پاس موجود ہیں وہ حقیقت میں حضرت بندہ نواز گیسودراز کی تصنیف ہیں یا نہیں۔‘‘(۲۹)

’’معراج العاشقین‘‘ کا نسخہ بھی مولوی عبدالحق کے پاس موجود تھا لیکن مصنف کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے وہ اسے شائع کرنے سے باز رہے لیکن جب ’’تاج‘‘ کے ایڈیٹر کے ذریعے ڈاکٹر محمد قاسم کے کتب خانہ میں ’’معراج العاشقین‘‘ کے ایک اور قلمی نسخے کا پتہ چلا تو اس کے مطالعے کے بعد انھیں اس کی اشاعت کا خیال آیا۔ انھیں یہ تو یقین تھا کہ ’’معراج العاشقین‘‘ حضرت بندہ نواز کے زمانے یا اس سے قریبی عہد کی تصنیف ہے لیکن وہ بندہ نواز گیسودراز سے اس کتاب کے انتساب پر کچھ زیادہ مطمئن نہیں تھے اور اس کے بعد وہ جس نتیجے پر پہنچے اس کا خلاصہ انھوں نے اپنے مضمون ’’اردو زبان و ادب‘‘ میں پیش کر دیا۔ جو ان کی وفات کے بعد ماہنامہ ’’ہم قلم‘‘ کراچی، اگست ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔

> ’’معراج العاشقین میں نے حیدرآباد دکن سے شائع کی تھی۔ مجھے اس وقت بھی پورا یقین نہ تھا کہ یہ خواجہ بندہ نواز کی تصنیف ہے۔ خواجہ بندہ نواز کی تصانیف کثیرہ ہیں اور ان کی سب کتابیں فارسی یا عربی میں ہیں۔۔۔۔ کہیں اس بات کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا کہ دکنی یا قدیم اردو میں بھی ان کی کوئی تصنیف ہے۔

قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ان کے فارسی، عربی رسالوں کے ترجمے ہیں جو ان کے نام سے منسوب کر دیئے گئے ہیں۔ اس قسم کی بدعت ہماری زبانوں میں ہوتی آئی ہے۔''(۳۰)

ڈاکٹر حفیظ قتیل نے ''معراج العاشقین'' کا مصنف ''نامی کتاب لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''معراج العاشقین'' بندہ نواز گیسودراز کی نہیں بلکہ مخدوم شاہ حسینی بیجاپور کی تصنیف ہے جو مخدوم صاحب کے ہی رسالہ ''تلاوت الوجود'' کا خلاصہ ہے۔ اس بحث سے قطع نظر ''معراج العاشقین'' اردو ادب کی تاریخ میں اپنی زبان کی قدامت کے سبب اہمیت رکھتی ہے۔ اگرچہ یہ کوئی ادبی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کا موضوع تصوف و اخلاق ہے۔ اس کتاب کی اوّلین اشاعت کا سہرا بھی مولوی عبدالحق کے ہی سر ہے۔

زبان و بیان کے مختلف مسائل اور معاملات سے مولوی عبدالحق کو ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مقدمات میں بھی جو ادبی کتابوں پر لکھے گئے ہیں وہ اردو زبان اور اس کے لسانی پہلوؤں پر جگہ جگہ بعض بہت ہی بلیغ اشارے کرتے ہیں۔ مثلاً نکات الشعراء کے مقدمے میں انھوں نے میرؔ کے حوالے سے اردو زبان کے ابتدائی نام ریختہ پر اظہار خیال کیا ہے اور مصحفیؔ کے تذکروں پر جو مقدمہ لکھا۔ اس میں بھی لسانی معاملات کو نظر انداز نہیں کیا۔ لسانیات کے حوالے سے مفصل بحث مولوی عبدالحق نے ان مقدمات میں کی ہے۔ جو ایسی کتابوں پر لکھے گئے ہیں جن کا موضوع زبان و لسان کے مختلف پہلو ہیں۔ ان میں دریائے لطافت، قواعد اردو، فرہنگ اصطلاحات علمیہ، مطبوعات دارالترجمہ عثمانیہ وغیرہ کے مقدمات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں جگہ جگہ اردو زبان سے والہانہ وابستگی کا اظہار نظر آتا ہے۔ اس لیے ان کی تحقیق محض تحقیق نہیں رہ جاتی بلکہ اس میں زبان کی محبت رس پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لسانی تحقیق کے پیچیدہ سے پیچیدہ اور خشک سے خشک موضوع کو بھی کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ دلوں میں جگہ بنا لیتا ہے۔ زبان سے والہانہ لگاؤ کا اظہار انھوں نے 'سٹینڈرڈ انگلش اردو لغت (۱۹۳۷ء)۔''اردو زبان کی فضیلت - چند بنگالی اکابر کی نظر میں''۔ (۱۹۵۰ء) ''پاپولر انگلش اردو لغت'' (۱۹۵۷ء)۔' اور ''سٹوڈنٹس سٹینڈرڈ انگلش اردو لغت'' کی ترتیب و تدوین کر کے کیا۔ ان کے علاوہ انھوں نے مدراس یونیورسٹی کے انٹرمیڈیٹ کے امتحان کا نصاب بھی مرتب کیا جو انجمن ترقی اردو دہلی سے ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا۔

لسانی حوالے سے انشاء کی ''دریائے لطافت'' کی تدوین مولوی عبدالحق کا اہم کارنامہ ہے۔ ''دریائے لطافت'' اردو قواعد نویسی کی تاریخ میں اہم مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۰۷ء میں تصنیف ہوئی اس کے چھیالیس برس

بعد مسیح الدین خان بہادر کاکوروی نے اسے اپنے مطبع آفتاب عالمتاب مرشد آباد میں بہ تصحیح و اہتمام مولوی احمد علی گوپاموی طبع کرایا تھا۔(۳۱)

اس نسخے کی کمیابی اور کتاب کی اہمیت کے پیش نظر مولوی عبدالحق نے اپنی ''قواعد اردو'' کے دو سال بعد ۱۹۱۶ء میں ''دریائے لطافت مقدمے'' کے ساتھ شائع کی اور انشاء کی کوششوں کی داد دی۔

> ''سیّد انشاء کی سب سے بڑی یادگار اور قابل قدر تصنیف ''دریائے لطافت'' ہے اس میں اردو صرف ونحو۔منطق۔عروض وقافیہ اور معانی و بیان وغیرہ کا ذکر ہے ۔۔۔۔بعض نکات ایسے بیان کیے ہیں جن کی قدر وہی کر سکتے ہیں جنھیں زبان کا ذوق ہے۔صرف ونحو کے قواعد بھی بڑی سلاست اور جامعیت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ اس بارے میں جن باتوں کا انھوں نے خیال کیا ہے متاخرین کو بھی وہ نہیں سوجھیں۔''(۳۲)

مولوی عبدالحق کی مرتبہ و مدونہ کتابوں کے اس اجمالی جائزے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان کے علمی وادبی کارناموں کا سب سے روشن باب ان کے مقدمات اور مدون کتابیں ہیں۔ان کے مقدمے تحقیقی وتنقدی اعتبار سے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔یہ کتابیں اردو کے قدیم کلاسیکی ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔مولوی عبدالحق نے ان کتابوں پر مقدمے لکھ کر نہ صرف ان کا تعارف کرایا بلکہ تحقیقی وتنقیدی زاویہ نظر سے ان پر کچھ اس طرح روشنی ڈالی کہ جن مصنفوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں ان کے حالات،شخصیت، ماحول اور ادبی مرتبے کے تمام خط وخال واضح ہو جاتے ہیں۔نام نہاد محققوں کا یہ عام انداز ہوتا ہے کہ وہ بے شمار حوالوں سے پڑھنے والے کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔سیدھی سادی باتوں پر بھی اس طرح حاشیے لکھتے ہیں کہ اصل موضوع پس منظر میں جا پڑتا ہے۔اس طرح ان کی تحریر جس کو وہ خود تحقیق کا شاہکار سمجھتے ہیں پڑھنے والے کے لیے گورکھ دھندہ بن کر رہ جاتی ہے۔لیکن بابائے اردو کی تحقیق عام تحقیقی تحریروں کی طرح اُلجھی ہوئی،خشک اور پراگندہ نہیں ہے۔بقول ڈاکٹر اختر اورینوی

> ''عبدالحق کی روش تحقیق شتر بے مہار نہیں اس کی منزل ومنہاج واضح ہے وہ مخطوطات کی محض نقطہ شماری نہیں کرتے ان کا مقصود نکتہ رسی ہے ان کے ہاں انتخاب موضوع کے معاملے میں بھی توازن پایا جاتا ہے۔وہ تحقیق مہمل نہیں کرتے ان کی تحقیق کارآمد،عظیم اور بصیرت افروز ہوتی ہے۔''(۳۳)

مولوی عبدالحق کے ان مقدمات سے ان کی وسعت علم، تحقیقی نظر، تنقیدی بصیرت اور علمی انداز بیان کی روشنی پھوٹی اور انھیں میں سے بعض میں تحقیقی اغلاط کی نشان دہی بھی کی گئی۔ ڈاکٹر گیان چند جین اپنے مضمون ''اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے'' میں لکھتے ہیں:

> ''مولوی عبدالحق کے بہت سے متنوں کو از سر نو ترتیب دینے کی ضرورت ہے مثلاً مصحفی کے ''تذکرہ ہندی'' کو انھوں نے ایک ناقص نسخے کی بنا پر چھاپ دیا۔ ''معراج العاشقین'' کو رسمی مشابہت کی بنا پر انھوں نے خواجہ بندہ نواز سے منسوب کر کے ایک بڑی غلط فہمی کو رائج کیا۔''(۳۴)

غلطیاں بے شک ہیں مگر یہ بھی تو غور کرنے کی چیز ہے کہ کتنے مخطوطات گم نامی کے تہہ خانوں میں دفن اپنی موت کا انتظار کر رہے تھے کہ مولوی عبدالحق کا دست علم پرور آگے بڑھا، انھیں تلاش کیا، ان کے گرد و غبار کو صاف کیا اور پھر مرتب کر کے اہل علم کے سامنے اُن کو پیش کیا۔ بقول پروفیسر ممتاز حسین

> ''ان دنوں جب کہ تحقیق کا میدان بہت کچھ مولوی عبدالحق کی کوششوں سے وسیع تر ہو گیا ہے اور اس کے زیادہ سے زیادہ وسائل اور ماخذ ہو گئے ہیں کسی بھی شخص کا اُٹھ کر یہ کہہ دینا کہ مولوی عبدالحق کوئی بڑے محقق نہیں ہیں، ایک بہت ہی آسان بات ہے لیکن اس سے ان کے کارناموں کی اہمیت گھٹتی ہوئی نظر نہیں آتی کیونکہ ان کی حیثیت ایک محقق سے زیادہ ایک مبلغ، ایک ریفارمر اور ایک مجاہد کی رہی ہے لیکن وہ لوگ جو کہ دقیانوسی خیالات کے مالک ہیں اور تاریخ میں سنین ٹٹولتے ہیں وہ مولوی صاحب کے کارناموں کو بھلا اس نظر سے کیوں دیکھیں وہ تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے تحقیق کے میدان میں کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں۔''(۳۵)

قاضی عبدالودود نے رسالہ ''معاصر'' پٹنہ، شمارہ ۱۳ سے ۱۵ تک میں ایک ضخیم مضمون ''عبدالحق بحیثیت محقق''(۳۶) لکھا اور یہ ثابت کیا کہ مولوی عبدالحق ایک غیر محتاط محقق تھے وہ فارسی عبارتوں کے معنی سمجھنے میں بھی سہو کر جاتے تھے، انھوں نے ''معراج العاشقین'' اور ''تذکرہ ہندی'' کا ناقص متن چھاپ دیا۔ حد یہ ہے کہ ''انتخاب کلام میرؔ'' میں یہ صراحت بھی نہیں کی کہ یہ انتخاب کلیات کے کس نسخے پر مبنی ہے۔ ان کے متون اختلاف نسخ سے عاری

ہوتے ہیں۔ گو اختلاف نسخ کا دینا ترتیب متن کی مبادیات میں سے ہے۔ رشید حسن خان اپنے مضمون ''تدوین اور تحقیق کے رجحانات'' میں لکھتے ہیں:

> ''مولوی صاحب کے پاس اتنا وقت تھا ہی نہیں کہ وہ چھان بین کا حق ادا کر سکتے۔ یہ بھی سنا گیا ہے وہ اکثر دوسروں سے بھی اپنے کام میں مدد لیا کرتے تھے لیکن کتابوں پر نام انھی کا ہوتا تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن متنوں پر اُن کا نام بحیثیت مدون درج ہے ان میں آداب تدوین کی پابندی بہت کم نظر آتی ہے۔'' (۳۷)

ان سب اعتراضات واختلافات کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ مولوی عبدالحق کی متعدد تحقیقات ایسی ہیں جن میں بیان کیے ہوئے ان کے نکات ہی کو آج تک لوگ دہراتے آرہے ہیں مثلاً انتخاب کلام میرؔ، باغ و بہار، قطب مشتری کے مقدمے، ہاں کچھ ایسے ضرور ہیں جن پر اعتراضات اٹھائے گئے اور نیا نقطۂ نظر پیش کرنے کی کوشش کی گئی مثلاً معراج العاشقین اور سب رس۔

''معراج العاشقین'' کے سلسلے میں ڈاکٹر حفیظ قتیل کی تحقیق کا ذکر ہم نے پہلے کیا اسی طرح ''سب رس'' کے ماخذ کے بارے میں بابائے اردو کا خیال تھا کہ اس کا قصہ محمد یحیٰی ابن سبیک فتاحی نیشاپوری (متوفی:۸۵۲ھ) کے قصہ ''حُسن ودل'' سے ماخوذ ہے لیکن دیوی سنگ چوہان مراٹھی ساہتیہ پتر کا نے اپریل ۱۹۴۹ء میں یہ انکشاف کیا کہ فتاحی کے قصہ ''حُسن ودل'' کا ماخذ بہار کے کرشن مشر کا سنسکرت ڈرامہ ''پربودھ چندر ودے'' ۱۰۶۵ء کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر نورالسعید اختر نے اس تحقیق کو اپنے ایک مضمون میں پیش کیا۔ (۳۸)

اسی طرح ''ذکرِ میرؔ'' کے ملخص اردو ترجمے پر قاضی عبدالودود نے سخت نکتہ چینی کی ہے:

> ''خلاصے میں بکثرت اغلاط ہیں۔۔۔۔ فارسی میں عم اور عمو کی طرح خال وخالو میں فرق نہیں اور فارسی سے اردو میں ترجمہ کریں گے یا فارسی کے مطالب اردو میں پیش کریں گے تو پہلے یہ دیکھ لیں گے کہ خالو کس طرح آیا ہے۔ ذکر میں یہ تین شخصوں کے لیے مستعمل ہوا ہے اور یہ تینوں شوہر خالہ نہیں، ماموں نہیں تھے۔ انتظام الدولہ (عمادالملک ان کا خواہر زادہ، ذکر، ص۷۲) سالارِ جنگ (آصف الدولہ ان کا بھانجا، ذکر، ص ۱۳۹)، آرزو (میر کی سوتیلی ماں کا بھائی،

صفحات ۶۷، ۷۵ وغیرہ) ڈاکٹر عبدالحق نے انتظام الدولہ اور عماد الملک کے رشتے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ سالارِ جنگ کو آصف الدولہ (ص ۲۴۶) اور آرزو کو میر یا ان کے بھائی (صفحات ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۴۶) کا خالو لکھا ہے۔ اردو میں خالو صرف شوہر خالہ کو کہتے ہیں۔ فارسی خالو کی جگہ اردو میں خالو لانا اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ فارسی میں واقعی شوہر خالہ مراد ہو۔'' (۳۹)

ان سب اعتراضات کے باوجود اپنے دور کی معلومات کے مطابق اور تحقیق کے جتنے وسائل اُن کو مہیا تھے، اُن کے پیش نظر مولوی عبدالحق کی تحقیقات قابلِ قدر ہیں۔ تحقیق و تدوین کے جو اصول آج سامنے آئے ہیں وہ اس وقت مولوی عبدالحق کے سامنے نہیں تھے اور یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ تحقیق میں کوئی چیز حتمی نہیں ہوتی کسی وقت اگر اور چیز کا علم ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ پہلے کے کیے ہوئے کام کی کوئی اہمیت ہی نہ رہی۔ ڈاکٹر منظر اعظمی لکھتے ہیں:

''اوبڑ کھابڑ میدانوں اور گھنے جنگلوں میں جو لوگ پہلا راستہ نکالتے ہیں اُن کا کام زیادہ اہم اور دقت طلب ہوتا ہے۔ بہ نسبت ان لوگوں کے جو انھیں راستوں کو مزید ہموار اور صاف کر کے آسان سفر کے قابل بنا دیتے ہیں۔۔۔۔ یہ نہیں کہ مولوی عبدالحق تحقیق کو محض بیانِ آخر سمجھتے تھے اور اس کی حقیقت سے واقف نہیں تھے انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ادبی اور علمی معاملات میں ایسی تحقیق خطا و سہو سے بھی بُری ہے شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔'' (۴۰)

مولوی عبدالحق کا کہنا تھا کہ غلطی، تحقیق و جستجو کی گھات میں لگی رہتی ہے۔ ادب کا کامل ذوقِ سلیم ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے نقاد اور مبصر فاش غلطیاں کر جاتے ہیں لیکن اس سے ان کے کام پر حرف نہیں آتا۔ غلطی ترقی کے مانع نہیں ہے بلکہ وہ صحت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ پچھلوں کی بھول چوک آنے والے مسافر کو رستہ بھٹکنے سے بچا دیتی ہے۔ (۴۱)

مولوی عبدالحق مقدموں میں ضرورت کے تحت تاریخی اور جغرافیائی حالات بھی بیان کر دیتے ہیں مثلاً (مخزن شعراء) کے مقدمے میں خطہ گجرات کا۔ (گلشن ہند) کے مقدمے میں گلکرسٹ اور فورٹ ولیم کالج کے اردو کے عالموں کا اور اپنے وقت کی تحقیقات کی روشنی میں ایسا تحقیقی نکتہ بیان کر جاتے ہیں جو تحقیق کی دنیا میں نئی راہوں کی

نشان دہی کرتا ہے۔ مثلاً تذکرہ ہندی کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''ایک بات اور قابل لحاظ ان تذکروں میں پائی جاتی ہے جہاں تک تحقیق ہوا ہے اردو شعراء میں مصحفی پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو کا لفظ زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ لیکن زبان اردوئے معلیٰ کا لفظ سب سے پہلے میر صاحب نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء میں لکھا ہے۔''(۴۲)

مولوی عبدالحق اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہیں کہ تحقیق وتدوین کا حق ادا ہو جائے ''گل عجائب'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ جس سے یہ تذکرہ مرتب کیا گیا ہے اکثر جگہ سے بوسیدہ اور مسخ و مجروح ہے اس لیے اس کی ترتیب میں بہت دقت اٹھانی پڑی۔ اس کے بعض حصّوں کا کاتب بہت غلط نویس ہے اکثر املا کی غلطیاں موجود ہیں اور اکثر اشعار غلط نویسی کی وجہ سے وزن اور بحر سے خارج ہو گئے ہیں۔ ان کو دوسرے تذکروں اور دیوانوں کے سیاق وسباق سے درست کرنا پڑا۔''(۴۳)

اس طرح مولوی عبدالحق کی مدونہ کتابیں اور مقدمے جہاں موضوعات کے تنوع، گہرائی، تحقیق وتنقید، علم وفن اور ان کی ذہانت کے اعلیٰ نمونے ہیں وہیں اردو سے ان کے والہانہ جذب وشوق کے بھی غماز ہیں۔ انھوں نے جو لکھا جتنا بھی لکھا۔ اس کی محبت اور اس کو بلند سے بلند تر کرنے کے جذبے سے لکھا۔ رشید احمد صدیقی نے غلط نہیں کہا کہ

''اردو کے بارے میں سرسید نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر مولوی صاحب کی خدمات میں ملتی ہے۔''(۴۴)

اردو تحقیق میں تدوین متن کی باضابطہ روایت کا آغاز مولوی عبدالحق نے کیا۔ تدوین کے سلسلے میں کسی تصنیف کے ایک ہی قلمی نسخے پر اکتفا کر لینا انھوں نے مناسب نہیں سمجھا بلکہ اس کے تمام ممکن الحصول نسخوں کا پتہ لگا کر اور بعض شواہد کی روشنی میں کسی ایک نسخے کو بنیادی مان کر دوسرے نسخوں سے ان کا مقابلہ کر کے متن مرتب کیا اور اختلافات کی حاشیے میں نشان دہی کر دی۔ البتہ جہاں کئی نسخوں سے انھوں نے استفادہ کیا اور اختلافات حاشیے میں درج کیے ان میں یہ وضاحت باقی رہ گئی کہ وہ اختلافات کس نسخے کے ہیں۔ انھوں نے قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا۔ بعض جگہ متن کے غیر ضروری حصّوں کو حذف بھی کیا اور قدیم تصانیف کو مرتب کرتے وقت مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کی۔

یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ بعض متن پڑھنے میں ان سے غلطیاں بھی ہوئیں لیکن بابائے اردو کے مدون کیے ہوئے متون کو جدید اصول تدوین کی کسوٹی پر پرکھنا درست نہیں۔ ان کے مدون کیے ہوئے متون کی اشاعت کی اہمیت ترتیب متن میں نہیں بلکہ دریافت متن میں ہے۔ جس کی بدولت مولوی عبدالحق نے کئی سو سال کے دفینے ہماری نظروں کے سامنے اُلٹ دیئے۔ یہ قدیم متون انھوں نے جیسے بھی چھاپے آج ہم سب انھی سے کام لینے اور انھی کا حوالہ دینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ یہ ''ناتمام'' کام اگر وہ نہ کر جاتے تو شاید ہو ہی نہ پاتا۔ الغرض اردو تحقیق و تدوین کی روایت میں مولوی عبدالحق کے ان کارہائے نمایاں کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پروفیسر حمید احمد خان کا یہ کہنا بالکل بجا ہے:

''مستقبل کا مورخ جب بیسویں صدی کے نصف اوّل میں اردو کے لسانیاتی اور تنقیدی سرمائے کا جائزہ لے گا تو اسے مولوی عبدالحق کے مہتم بالشان کارناموں کی صحیح عظمت کا اندازہ ہو سکے گا۔۔۔۔ قدیم ادب کے شاہکاروں، شعراء کے دواوین و انتخابات اور بیش قیمت مسودوں اور تذکروں کو مولوی عبدالحق نے جس دقتِ نظر اور حُسنِ ذوق کے ساتھ پیش کیا ہے اس کی بدولت اردو کو ترتیب و تدوین کتب کا ایسا بلند معیار مل گیا ہے جس سے وہ نا آشنا تھی۔'' (۴۵)

حوالہ جات

۱-☆ مولوی عبدالحق نے تنقید سے متعلق کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔ ان کے تنقیدی نظریات ان کے تحقیقی وتنقیدی مضامین، مقدمات، تبصروں، خطبات اور دوسری تحریروں کی مدد سے متعین کیے جا سکتے ہیں جنھیں محمد تراب علی خان باز نے ''تنقیداتِ عبدالحق'' کے عنوان کے تحت اکٹھا کر کے شائع کر دیا ہے۔

☆ مولوی عبدالحق نے پہلی بار دکنی ادب کے شہ پاروں کا تعارف کرایا۔ دکنی تذکروں میں چمنستان شعراء اور گل عجائب۔ دکنی نظم ونثر کی کتابوں میں قطب مشتری۔ مثنوی جنگ نامہ عالم علی خاں وآصف جاہ۔ گلشن عشق۔ علی نامہ۔ معراج العاشقین۔ سب رس۔ دکنی ادب سے متعلق تنقیدی کتب میں اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام۔ ''نصرتی'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے کے علاوہ مولوی عبدالحق نے رسالہ ''اردو'' میں دکنی ادب کے متعلق کئی بلند پایہ مضامین لکھے ہیں جن کے ذریعے دکن کے شعراء اور نثر نگاروں کو اربابِ علم سے روشناس کرایا اور ان کی نظم ونثر کے نمونے بھی پیش کیے۔ دکنیات کے ضمن میں مولوی عبدالحق کا ایک اور قابلِ قدر کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے اردو کتب خانے کی بنیاد ڈالی اور دکنی قلمی کتابوں کو جمع کرنے کا آغاز کیا۔

☆ مولوی عبدالحق کے تحقیقی کارناموں میں مضامین سے قطع نظر مستقل تصانیف میں ''اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام۔ مرحوم دہلی کالج۔ نصرتی۔ مقدمہ قطب مشتری۔ سب رس۔ مقدمہ باغ وبہار۔ مقدمہ معراج العاشقین۔ قواعد اردو۔ مقدمہ گلشن ہند۔ مقدمہ خطبات گارساں دتاسی۔ مرہٹی کا اثر فارسی زبان پر۔'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

☆ مولوی عبدالحق نے نہ صرف اردو تحریک کے پیش رو کی حیثیت سے زبان کی خدمت کی بلکہ علمی سطح پر قواعد۔ لغت۔ اصطلاحات۔ قدیم ادب پاروں کی تحقیق۔ رسم الخط اور زبان کے دیگر علمی مسائل پر تصانیف۔ تالیفات۔ خطبات ومقدمات اور مضامین کے ذریعے اردو کی ہمہ جہت لسانی خدمات انجام دیں۔

☆ اردو میں تبصرہ نگاری کی روایت کو مولوی عبدالحق کی بدولت فروغ ملا۔ ان کے تبصروں کے کئی مجموعے

ادبی تبصرے اور تنقیدات عبدالحق کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ جو تنقید، تحقیق، لسانیات، نثر اور شاعری وغیرہ سے متعلق تصانیف پر لکھے گئے ہیں۔ یہ تبصرے عملی تنقید کا بہترین نمونہ ہیں، جن سے معروضی نقطۂ نظر کو فروغ ملا۔

☆ مولوی صاحب نے معاصر شخصیتوں کے قلمی مرقعے لکھے جو''چند ہم عصر'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

☆ اردو میں مقدمہ نگاری کی باضابطہ روایت کا آغاز مولوی عبدالحق نے کیا۔ انھوں نے اس روایت کو اس خوبی سے برتا کہ مقدمہ نگاری کو ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ مرزا محمد بیگ نے''مقدمات عبدالحق'' دو جلدوں میں ۱۹۳۱ء میں مرتب کیے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے''مقدماتِ عبدالحق'' کا اضافہ شدہ ایڈیشن ۱۹۶۴ء میں تیس مقدمات کے اضافے کے ساتھ مرتب کر کے شائع کرایا۔

☆ مولوی صاحب نے کثیر تعداد میں خطوط لکھے یہ خطوط ان کی مخلصانہ اور دردمند طبیعت کے غماز ہیں۔ ان کے خطوط کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے''خطوطِ عبدالحق'' (مرتبہ) ڈاکٹر عبادت بریلوی۔''خطوطِ عبدالحق'' (مرتبہ) جلیل قدوائی۔ خطوطِ عبدالحق بنام آل احمد سرور

☆ مولوی صاحب نے ہوم سیکریٹریٹ میں مترجم کی حیثیت سے بھی کام کیا، بہت سے قدیم تذکروں کے مخطوطات کا ترجمہ کیا۔ انگریزی اردو کی جامع لغات۔ وضع اصطلاحات۔ دنیا کے ادبیاتِ عالیہ کے ترجمے''انجمن'' کے پلیٹ فارم سے شائع کرائے۔

☆ مولوی عبدالحق کے خطبات وتقاریر دو جلدوں میں انجمن ترقی اردو، دہلی نے شائع کیے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے (خطباتِ عبدالحق) کا اضافہ شدہ ایڈیشن اپنے مقدمے کے ساتھ ۱۹۵۲ء میں انجمن ترقی اردو، کراچی سے شائع کرایا۔ مولوی صاحب کے یہ خطبات اپنے عہد کے سیاسی، سماجی، تہذیبی میلانات اور ادبی ولسانی تحریکات کی عظیم دستاویز ہیں۔

☆ مولوی صاحب نے چھ رسائل کے اجراء و ادارت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ جس میں رسالہ''افسر'' (۱۸۹۷ء)۔ سہ ماہی اردو (۱۹۲۱ء)۔ سہ ماہی سائنس (۱۹۲۸ء) پندرہ روزہ''ہماری زبان'' (۱۹۳۹ء) ماہنامہ''معاشیات'' (۱۹۴۶ء) سہ ماہی''تاریخ وسیاسیات'' (۱۹۵۱ء) شامل ہیں۔

-۲ مولوی عبدالحق ۲۰؍اگست ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئے اور اکیانوے سال کی عمر میں ۱۶؍اگست ۱۹۶۱ء میں

وفات پائی۔

۳- محمد حسین آزاد۔ آبِ حیات ۔ (مرتبہ) ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ص ۹۶، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء

۴- مولوی عبدالحق نے جنوری ۱۹۲۲ء میں سہ ماہی ''اردو'' میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے کلیات پر مقالہ لکھا۔ جس میں قلی قطب شاہ کے بارے میں بصیرت افروز معلومات کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری کی خوبیوں اور خامیوں کو بھی اُجاگر کیا۔

۵- نصیرالدین ہاشمی۔ ''ڈاکٹر مولانا عبدالحق اور دکھنیات'' مشمولہ ''نقد عبدالحق'' (مرتبہ) ڈاکٹر معین الرحمٰن، ص ۲۹۔ الوقار پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۵ء

۶- رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر ۔ ''ڈاکٹر عبدالحق کے تحقیقی کارنامے'' مشمولہ ''مولوی عبدالحق - ادبی و لسانی خدمات'' جلد اوّل (مرتبہ) خلیق انجم، ص ۸۵، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی ۱۹۹۲ء

۷- گیان چند جین، ڈاکٹر۔ ''اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے'' مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق'' جلد دوم (مرتبہ) ایم سلطانہ بخش، ص ۲۰۵، ورڈ ویژن پبلشرز ۱۹۹۵ء

۸- تنویر علوی، ڈاکٹر ۔ ''مولانا عبدالحق کی تحقیقی تدوین'' مشمولہ ''مولوی عبدالحق - ادبی ولسانی خدمات'' جلد دوم، ص ۱۵۷، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی ۱۹۹۳ء

۹- عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ ''مقدماتِ عبدالحق'' ص ۴۳۷، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۴ء

۱۰- مقدمہ ''نکات الشعراء'' (مرتبہ) مولوی عبدالحق۔ ص ۸، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۷۹ء (باردوم)

۱۱- ایضاً، ص ۸

۱۲- مقدمہ ''گل عجائب'' ص ط

۱۳۔ ڈاکٹر حنیف فوق۔ ''شعرائے اردو کے تذکرے'' ص ۴۸۸، نسیم بک ڈپو، لکھنو

۱۴- شہاب الدین ثاقب ''بابائے اردو مولوی عبدالحق - حیات اور علمی خدمات'' ص ۱۳۵، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۸۵ء

۱۵- حنیف فوق، ڈاکٹر، اپنے مضمون مشمولہ ''شاعر'' دسمبر ۱۹۷۹ء میں لکھتے ہیں کہ رائے سناتھ سنگھ بیدار نے آثر کی تاریخ ولادت (نور شمع امامت) سے ۱۱۴۸ھ نکالی ہے۔'' ۔ بحوالہ ڈاکٹر گیان چند جین۔ ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' جلد اوّل، ص ۲۹۴، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۱۹۸۷ء

۱۶- مقدمہ ''خواب وخیال'' ص ج

۱۷- بحوالہ جاوید وششٹ ۔ مُلا وجہی ۔ ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی ۱۹۹۲ء، ص ۱۸ ۔۔۔ ''وجہی کی تاریخ پیدائش ۱۵۵۱ء، ۱۵۵۶ء کے مابین قرار دی جاسکتی ہے۔ وفات ۱۶۵۶ء اور ۱۶۷۱ء کے درمیانی زمانے میں پائی۔''

۱۸- مقدمہ ''قطب مشتری'' ص ۱۶

۱۹- ایضاً

۲۰- مقدمہ ''گلشن عشق'' ص ۱۱

۲۱- مولوی عبدالحق ۔ نصرتی ۔ ص ۶۷، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی ۱۹۸۸ء

۲۲- عبادت بریلوی، ڈاکٹر ۔ مقدماتِ عبدالحق، ص ۱۵۷

۲۳- مقدمہ ''دیوانِ تاباں''

۲۴- مقدمہ ''انتخاب کلام میرؔ'' ص ۲۴

۲۵- عبادت بریلوی، ڈاکٹر ۔ مقدماتِ عبدالحق، مقدمہ

۲۶- مقدمہ ''سب رس'' ص ۶

۲۷- مقدمہ ''باغ و بہار'' ص ۲

۲۸- مقدمہ ''ذکر میر'' ص ص

۲۹- مقدمہ ''معراج العاشقین'' ص ۵

۳۰- مولوی عبدالحق ''اردو زبان اور ادب'' مشمولہ ''ہم قلم'' کراچی، ص ۸۷، اگست ۱۹۶۲ء

۳۱- شہاب الدین ثاقب ۔ ''بابائے اردو مولوی عبدالحق - حیات اور علمی خدمات'' ص ۱۴۲

۳۲- مقدمہ ''دریائے لطافت'' ص ۴

۳۳- اختر اورینوی، ڈاکٹر ۔ ''عبدالحق - بابائے اردو'' مشمولہ ''برگ گل'' (بابائے اردو نمبر) ۱۶/اگست ۱۹۶۳ء، ص ۲۷۵

۳۴- گیان چند جین، ڈاکٹر ۔ ''اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے'' ۔ ''اردو میں اصولِ تحقیق'' (مرتبہ ایم۔ سلطانہ بخش، جلد دوم، ص ۲۰۹، ورڈ ویژن پبلشرز، اسلام آباد ۱۹۹۵ء

۳۵- ممتاز حسین، پروفیسر۔ ''مولوی عبدالحق''، مشمولہ ''قومی زبان'' اگست ۱۹۶۳ء، ص ۴۴

☆ یہی مضمون ماہنامہ ''قومی زبان'' اگست ۲۰۰۱ء (بابائے اردو نمبر) میں دوبارہ شائع ہوا۔

۳۶- قاضی عبدالودود کا یہ ضخیم مضمون ''عبدالحق بحیثیت محقق'' ۱۹۹۵ء، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ نے کتابی صورت میں شائع کیا۔ یہ کتاب ۲۴۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ''ذکر میر'' تتمہ تبصرہ ذکر میر۔ انتخاب کلام میر۔ نکات الشعراء۔ تتمۂ انتخاب کلام میر۔ گلشن ہند۔ گارساں دتاسی اور عقد ثریا'' پر تفصیلی بحث موجود ہے۔

۳۷- رشید حسن خان۔ ''تدوین اور تحقیق کے رجحانات''، مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق'' جلد اوّل، ص ۲۸۳، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

۳۸- گیان چند جین، ڈاکٹر۔ اردو میں تحقیق و تدوین کے معیار کا جائزہ'' مشمولہ ''علی گڑھ میگزین'' ۸۲-۱۹۸۹ء، ص ۳۱۱

۳۹- قاضی عبدالودود۔ ''عبدالحق بحیثیت محقق''، ص ۲، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء

۴۰- منظر اعظمی، ڈاکٹر۔ ''مولوی عبدالحق - اردو کا استعارہ''، مشمولہ ''مولوی عبدالحق - ادبی و لسانی خدمات'' (مرتبہ) خلیق انجم، ص ۱۳۰۔ جلد دوم

۴۱- محمد بیگ، مرزا۔ ''مقدماتِ عبدالحق'' جلد دوم، ص ۲۰۹۔ مکتبہ ابراہیمیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۳۱ء

۴۲- عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ ''مقدماتِ عبدالحق''، ص ۱۰۵

۴۳- ایضاً، ص ۱۱۳

۴۴- رشید احمد صدیقی۔ ''گنج ہائے گراں مایہ''، ص ۲۷۷

۴۵- معین الرحمٰن، ڈاکٹر۔ ''ذکر عبدالحق''، ص ۱۲۶، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۵ء، (باراوّل)